حضرت الاستاذ مولانا شیخ عبدالحق اعظمیؒ کے آخری لمحات

بہ قلم: مولانا اشتیاق احمد قاسمی
استاذ دارالعلوم دیوبند

۳۰؍ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۶ء کی شام بڑی سوگ وار گزری، عصر کی نماز کے بعد موبائل پر ایک میسج آیا، جس سے حضرت الاستاذ مولانا شیخ عبدالحق صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ محدثِ دارالعلوم دیوبند کی بیماری کا علم ہوا، معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ڈی، کے، جین کے ہسپتال میں داخل ہیں؛ چوں کہ حضرت شیخ ثانی کی طبیعت اکثر خراب رہتی تھی اور حضرت اس کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے؛ اس لیے اس کو تشویش ناک نہیں سمجھا گیا، جناب مولانا محمد سعدان جامی بن مولانا ریاست علی ظفر بجنوری مدظلہ العالی نے کہا کہ میں ڈاکٹر صاحب سے بات کرتا ہوں، انھوں نے مغرب کی نماز پڑھ کر ڈاکٹر صاحب کو فون کیا کہ میرے استاذِ محترم آپ کے یہاں زیرِ علاج ہیں، اُن کی طبیعت کیسی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے تین باتیں بتائیں:

(الف) اُن کے پتے پر ورم ہے۔

(ب) ای، سی، جی سے معلوم ہوا کہ دل کی حرکت غیر معتدل ہے۔

(ج) حالت نازک ہے۔

پھر انھوں نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ باتیں بتائیں؛ لیکن وہ اپنے معمول کے خلاف بتا رہے تھے، وہ تو مایوسی کی باتیں نہیں کرتے، لگتا ہے کہ معاملہ سِرئیس ہے۔

اتنا سنتے ہی میں اٹھا، عزیز القدر مولانا عبداللہ حمدان سلّمہ نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہسپتال جاؤں گا، میں نے کہا کہ چلو، رکشہ سے ہم دونوں ہسپتال پہنچے، وہاں پر دارالعلوم دیوبند کے تین اساتذہ (مولانا محمد مزمل بدایونی، مولانا فہیم الدین اور مولانا توحید عالم صاحبان) موجود تھے؛ میرے پہنچنے کے بعد یہ حضرات چلے آئے، میں نے دیکھا کہ حضرت بائیں کروٹ لیٹے ہیں اور کراہ

رہے ہیں، آہ آہ کی ہلکی ہلکی آواز آرہی ہے، کبھی بایاں ہاتھ اور کبھی بایاں پیر کمبل کے نیچے ہلا رہے ہیں، میں نے سلام کیا، حضرت نے جواب دینا چاہا؛ مگر نہ دے سکے، پھر میں نے پوچھا: حضرت پیٹ میں درد ہے؟ تو ''ہاں'' کہا، اسی طرح رہے، ہاتھ ٹھنڈا ہو رہا تھا، پیشانی بھی قدرے سرد تھی، بخار نہیں تھا۔ میں نے اس طالب علم سے پوچھا جو سرہانے بیٹھا تھا کہ حضرت کب سے بیمار ہیں؟ اور کیا ہوا ہے؟ اس نے بتایا کہ حضرت کو جمعرات کی رات آٹھ بجے سے الٹی ہو رہی تھی، رات بھر نیند نہیں آئی، الٹی بے تحاشا ہوئی اور کمزوری بڑھتی گئی تو جمعہ کی نماز کے بعد ہم لوگ یہاں لائے۔ وہ پانچ طلبہ تھے، ایک طالب علم دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہونے کے بعد محض حضرت کی خدمت کے لیے اس سال اپنے کو فارغ کر رکھا تھا، وہ ہر لمحہ حضرت کے پاس رہتا تھا، اگر تھوڑی دیر کے لیے بھی غائب رہتا تو حضرت اس پر ناراض ہوتے، بقیہ طلبہ اس سال دورۂ حدیث میں پڑھ رہے ہیں۔

غرض یہ کہ تھوڑی دیر بعد حضرت کو اُبکائی آئی تو میں نے پوچھا: الٹی آرہی ہے؟ تو حضرت نے سر کے اشارے سے ''ہاں'' کہا، تو ہم نے جلدی جلدی بٹھایا اور برتن سامنے کیا؛ مگر الٹی نہیں ہوئی؛ البتہ حضرت لمبا سانس لے رہے تھے، اسی کے ساتھ غنودگی سی آئی، میں نے اس طالب علم سے (جو ٹیک لگا کر بٹھائے ہوئے تھا) کہا کہ ایسے ہی رہو؛ تاکہ تھوڑی دیر نیند آجائے، رات سے اب تک سوئے نہیں ہیں؛ چنانچہ وہ اسی طرح لیے رہا، چند منٹوں کے بعد جب محسوس ہوا کہ نیند اچھی طرح آگئی ہے میں نے کہا کہ اب تکیہ پر آہستہ سے سر رکھو! ہم نے مل کر بہت آہستہ سے تکیہ پر سر رکھا، اسی درمیان حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی صاحب مدظلہ العالی کا فون آیا کہ بیٹے! بتاؤ، مولانا کی طبیعت کیسی ہے؟ میں نے کہا: ابھی حضرت کو نیند آئی ہے۔ انھوں نے پوچھا: حالت کیسی ہے؟ میں نے کہا: ڈاکٹر نے دوائیں دی ہیں، الحمدللہ آرام ہے، خون اور پیشاب کی رپورٹ بھی نارمل ہے، یوریا صرف چار پوائنٹ بڑھا ہے اور کریٹینین بھی معمولی سی بڑھی ہوئی ہے، ڈاکٹر نے رپورٹ کو نارمل بتایا ہے اور بڑھاپے میں یہ چیزیں تھوڑی بہت بڑھی ہوتی ہیں؛ اس لیے کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔

چند لمحوں کے بعد میں نے دیکھا اور پریشان ہوا کہ سانس لینے کی حرکت کیوں نہیں ہے؟ میں نے نبض پر انگلیاں رکھیں تو مجھے نبض نہیں ملی، میں جلدی سے ڈاکٹر صاحب کے چیمبر میں گیا اور کہا: ڈاکٹر صاحب مجھے نبض مل نہیں رہی ہے، ذرا جلدی چلیں۔ شاید سانس بھی نہیں چل رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے کمپاؤنڈر کو اشارہ کیا، اس نے بلڈ پریشر اور آکسیجن چیک کرنے کا آلہ لیا، ڈاکٹر صاحب نے ٹارچ لی اور دونوں جلدی سے آئے، کمپاؤنڈر نے آکسیجن چیک کرنے کا آلہ لگایا؛ مگر وہ

چلا نہیں، ڈاکٹر صاحب نے ٹارچ سے آنکھیں دیکھیں اور خاموشی سے واپس ہوئے، میں اُن کی طرف متوجہ ہوا تو انھوں نے کہا کہ حضرت رخصت ہو چکے ہیں، کمپاؤنڈر نے اُن سے پہلے ہی مجھ کو مایوسی کا اشارہ کردیا تھا۔ اِنّا للّٰہ واِنَّا الیہ راجعون کپکپاتی زبان سے پڑھا، پیروں تلے زمین نکل گئی، اتنا بڑا الجیم وشحیم بدن اب لاش ہو چکا تھا، روح قفسِ عنصری سے کب پرواز ہوئی پتہ ہی نہیں چلا، بہ ظاہر ایسا لگتا ہے کہ جب الٹی کا اشارہ فرمایا اور الٹی نہ آئی اور سانس آہستہ ہوا اور محسوس ہوا کہ نیند آرہی ہے، اسی وقت روح پرواز ہوئی، اگر پہلے سے مجھے کچھ محسوس ہوجاتا تو سورۂ یٰسین شریف پڑھتا، کلمۂ طیبہ پڑھتا؛ مگر اب اس کا وقت گزر گیا تھا۔ (بعد میں معلوم ہوا کہ جناب مولانا فہیم الدین صاحب مدظلہ، حضرت کے پاس سورۂ یٰسین شریف پڑھ کر آئے تھے) منھ کھلا تھا، بند کیا اور ایک طالب علم نے اپنا رومال سر اور جبڑے سے لپیٹ دیا۔

میں نے حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی صاحب بجنوری مدظلہ العالی کو فون لگایا اور وفات کی اطلاع دی، پھر حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالن پوری مدظلہ العالی کو فون کیا، حضرت کو یقین نہیں آرہا تھا، جب میں نے بتایا کہ میں ابھی ہسپتال میں ہوں تو بڑے افسوس کے عالم میں ''اِنا للہ'' پڑھا۔

اس کے بعد کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں، اُن پانچ طلبہ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے کبھی ایک کی طرف جاتا، کبھی دوسری طرف، اسی میں لگا رہا، ہسپتال سے لاش دارالعلوم کیسے لائی جائے؟ اس کی طرف دھیان بھی نہیں جارہا تھا، پھر مولانا توحید عالم صاحب کا فون گیا کہ جناب حسیب صدیقی صاحب والی ایمبولینس جارہی ہے، اسی سے حضرت کو دارالعلوم لایا جائے گا اور حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی مدظلہ نے کہا ہے کہ احاطۂ مولسری میں حضرت کو لاکر نودرے میں رکھا جائے؛ اس لیے کہ حضرت کا مکان اوپر کی منزل میں ہے اور اس پر چڑھانا اتارنا، لوگوں کا آنا جانا، بہت دشوار ہے۔

چنانچہ آدھ گھنٹہ کے بعد ایمبولینس سے لاش دارالعلوم لائی گئی، اور حسبِ انتظام نودرے میں رکھی گئی، زیارت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔

ہسپتال میں ہی طلبہ کی بھیڑ آگئی، پورا ہسپتال بھر گیا، بیڈ سے اسٹریچر کے ذریعہ حضرت کو ایمبولینس میں رکھا گیا، وہ منظر بھی بہت کرب ناک لگ رہا تھا، خدایا! آدمی روح نکلنے کے بعد کس طرح مجبور ہوجاتا ہے، اتنے بڑے ڈیل ڈول والی شخصیت، آپ کے ایک حکم کے بعد بے حس وبے حرکت ہے۔

نودرے کے جنوبی حصے میں چارپائی رکھی گئی، جب طلبہ کی بھیڑ کچھ کم ہوئی تو اہلِ خانہ کو لایا گیا

اوراسی کے قریب والی درس گاہ میں حضرت کو منتقل کیا گیا، وہاں عزیز وقریب آتے جاتے زیارت کرتے رہے، پھر باہر لاکر نیچے برف رکھی گئی، اہلِ خانہ کو چھتہ مسجد کی بالائی منزل میں پہنچادیا گیا۔ رات کے تین بجے وہ پھر آئے، اُن کے لیے پردے کے ساتھ زیارت کا انتظام تھا، پھر صبح تقریباً دس بجے غسل دیا گیا، غسل دینے میں تاخیر ہوئی، حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ کا فون آیا تھا کہ غسل میں جلدی کی جائے؛ لیکن اتفاق کہ رات کو نہ دیا جاسکا۔

حضرت کی وفات کے فوراً بعد میں نے حضرت شیخ کے صاحب زادے جناب مولانا عبدالبر صاحب مدظلہ کو فون کرنا چاہا؛ مگر فون لے کر دوبارہ جیب میں رکھ لیا کہ آخر میں کیا تعبیر اختیار کروں گا؟ کیسے میں اتنی اندوہ ناک خبر دوں گا؟ تھوڑی دیر بعد انھیں بچوں نے بتایا کہ موصوف کو اطلاع دی جاچکی ہے، معلوم ہوا کہ وہ سب بھائی اور دونوں بہنوئی چل چکے ہیں، عشاء کی نماز کے کافی دیر بعد اہلِ خانہ اور اولیاء سے رابطے کے بعد ظہر بعد نماز جنازہ کا اعلان ہوا۔

کُہرا زیادہ ہونے کی وجہ سے ان حضرات کو آنے میں تاخیر ہوئی تو ظہر بعد یہ اعلان ہوا کہ دوسرے اعلان کا انتظار کیا جائے! پھر اعلان ہوا کہ نماز جنازہ ساڑھے تین بجے ادا کی جائے گی، تین بجے کے بعد احاطۂ دارجدید میں بھیڑ ہونے لگی، علماء، فضلاء، صلحاء، طلباء اور عوام کا جمِ غفیر اکٹھا ہوگیا، جنازہ دارالحدیث کے برآمدے میں رکھا ہوا تھا، سوا تین بجے صف بندی کا اعلان ہوا؛ چنانچہ صف بندی شروع ہوئی، بھیڑ بڑھتی گئی، ابھی حضرت کے صاحب زادے پہنچے نہیں تھے، حضرت الاستاذ مولانا سید ارشد مدنی اور حضرت مہتمم صاحب فوارے کے پاس تھے، حضرت کے صاحب زادگان کو ''معراج گیٹ'' سے آنے کا مشورہ دیا گیا، وہ سب تین بج کر پچاس منٹ (۵۰-۳) پر پہنچے، گاڑی سے اترتے ہی، ان حضرات کو بزرگوں نے تعزیت پیش کی، وہ سب روتے ہوئے، جنازے کے پاس پہنچے اوراپنے مرحوم پدر بزرگوار کی زیارت کی، حاضرین کی آنکھوں میں آنسو تھے، ایسا لگ رہا تھا کہ حضرت شیخ وہ مشہور شعر دہرا رہے ہیں، جو وہ تعزیتی تقریروں میں اکثر پڑھتے تھے۔

سنے جاتے نہ تھے تم سے میرے دن رات کے شکوے
کفن سرکاؤ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

=======================

جان کر من جملۂ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

حضرت شیخ کی وفات سے دارالعلوم دیوبند کا پورا ماحول غم زدہ تھا، حافظے کے دریچے میں حضرت کی یادیں گردش کررہی تھیں، گویا ایک قیامت برپا تھی، ہرایک اُن کو یاد کرکے رورہا تھا۔

ایک قیامت ڈھاکے ہے، دنیا سے اٹھ جانا مجھے
یاد کرکے روئیں گے یارانِ میخانہ مجھے

پھر جنازہ فوارے کے آگے کیا گیا، تو صف لگانے والوں کو سہولت ہوئی اور ٹھیک چار بجے حضرت الاستاذ جانشینِ شیخ الاسلام مولانا محمد ارشد مدنی صاحب زید مجدہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر حضرت کا جنازہ اٹھایا گیا اور ہرایک نے اس میں حصہ لینا چاہا، بہت سے طلبہ ششماہی امتحان کے بعد اپنے وطن چلے گئے تھے؛ پھر بھی بھیڑ بہت زیادہ تھی، ہرایک کو کاندھا دینے؛ بلکہ اپنے دلِ مرحوم کی حسرت نکالنے کا موقع نہیں مل پارہا تھا، گویا سب یوں کہہ رہے تھے۔

چل ساتھ کہ حسرت دلِ مرحوم سے نکلے
عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

جنازے کو ''قبرستان قاسمی'' پہنچنے میں کافی وقت لگا، بہت سے لوگ مختلف مساجد میں عصر کی نماز پڑھ کر قبرستان پہنچے اور مٹی دے سکے، یہ سلسلہ مغرب سے پہلے پہلے تک جاری رہا۔

اللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ وارْحَمْهُ وَأسْكِنْهُ فِيْ فَسِيْحِ جناتك يا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن.

❁ ❁ ❁